"محبانِ وطن کا ایک بھولا بسرا مرکز ـــــ قافلہ"

ڈاکٹر امتیاز احمد، پٹنہ

مترجم

عبدالرؤف خاں، اودئی کلاں (راج)

ماضی کے کتنے ہی نشانات وقت کی دبیز گرد کی تہہ میں دبے پڑے ہیں ایسے ہی کچھ جانے انجانے حقائق عظیم آباد (پٹنہ) شہر کے صادقپور محلہ کے اس مقام کے گرد و غبار تلے دبے ہوئے ہیں جہاں ابھی پٹنہ بلدیہ (میونسپل کارپوریشن) کے سٹی سرکل کا صدر دفتر اور مینا بازار واقع ہیں اور جو گذشتہ صدی میں صادق پور کے علمائے کرام کی رہائش گاہ اور ان کی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ ان کی یہ سرگرمیاں اس ہمہ گیر تحریک کا حصہ تھیں جس کی شروعات سید احمد شہیدؒ (۱۷۸۶ء۔۱۸۳۱ء) نے کی تھی۔ اس تحریک کے ذریعہ ایک طرف مسلم معاشرہ کی اصلاح اور دوسری طرف ہندوستان میں برطانوی حکومت کے خاتمہ کی کوششیں کی گئیں۔ ان مساعی میں صادق پوری علماء نے نہایت گرمجوشی اور سرگرمی سے حصہ لیا اس مضمون میں مذکورہ تحریک کا اجمالی تعارف اور صادقپور کے اس مرکز (قافلہ) کا تفصیلی ذکر پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کی بنیادیں اٹھارویں صدی عیسوی کے مشہور عالم دین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کے خیالات پر استوار تھیں۔ اس وقت ساری دنیا میں مسلمانوں کی حکمرانی انحطاط پذیر تھی۔ ہندوستان میں بھی اس وقت مغل سلطنت کا شیرازہ منتشر ہونے لگا تھا۔ مسلم معاشرہ میں ایسے خیالات ابھر رہے تھے کہ یہ زوال نتیجہ ہے ہماری دینی اور اخلاقی اقدار میں کوتاہی یعنی بے عملی کا۔ چنانچہ مسلم معاشرہ کی نشأۃ ثانیہ کے لئے پھر ایک بار اسلام کے بنیادی عقائد اور اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب و تشویق کی جارہی تھی۔ حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی کی تحریک کے مقاصد بھی اس نوعیت ہی کے نہیں بلکہ یہی تھے۔ انہوں نے توحید پر خصوصی زور دیا، بدعات کو ختم کیا اور جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت دی۔

ان کو اس بات کا اندازہ بھی تھا کہ غیر ملک سے آئے ہوئے تاجروں نے ملک پر اپنا تسلط

مضبوط کر لیا اس لئے ایسی غیر ملکی اور بے دینوں کی حکومت کی مخالفت ضروری ہے اپنے نظریات کی اشاعت و تبلیغ کے لئے سید احمد صاحبؒ نے مختلف مقامات کے سفر کئے۔ ۱۸۲۱ء میں وہ پٹنہ بھی آئے اور یہاں صادق پوری خاندان کے بہت سے افراد نے انہیں اپنا امیر تسلیم کیا اور ان سے بیعت کی۔ ۱۸۲۶ء میں سید صاحب شمال مغربی سرحد پر سفر جہاد کے لئے روانہ ہوئے یہاں انہوں نے سرحدی قبائلیوں کے تعاون سے سکھوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو روکنے کی کوشش کی تاکہ وہ اس علاقہ کو انگریزوں کے خلاف جہاد کا ایک مرکز بنا سکیں۔ ۱۸۳۱ء میں معرکہ بالاکوٹ میں سید احمد صاحبؒ نے جام شہادت نوش کیا۔ بعد ازاں ان کی تحریک اور جد وجہد کو صادق پور کے مولوی ولایت علیؒ (متوفی ۵ر نومبر ۱۸۵۲ء)[1] اور ان کے بھائی مولوی غازی عنایت علیؒ (متوفی ۲۴ مارچ ۱۸۵۸ء) نیز مولوی یحیٰ علیؒ (متوفی ۱۸۶۸ء) نے جاری رکھا۔ لگ بھگ نصف صدی تک علمائے صادق پور نے اس تحریک میں بہت اہم قائدانہ رول ادا کیا اور اس کی امارت اور صدارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ پٹنہ سٹی میں واقع ان کی رہائش گاہ جو "قافلہ" کہلاتا تھا، اس دعوت و تحریک کا مرکز بنا رہا۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ جیسے جیسے انگریزی اقتدار ہندوستان میں وسیع ہوتا جارہا تھا ٹھیک اسی طرح ان کی مخالفت کرنے کے لئے ہندوستانی بھی جوق در جوق مستعد و تیار ہوتے جارہے تھے۔ سید احمد شہیدؒ اور علمائے صادق پور کی جد وجہد اسی طرز عمل کی ایک مثال ہے۔ لیکن اس کی اپنی کچھ خصوصیات تھیں جس کی بناء پر اس تحریک کو برٹش مخالف دیگر تحریکات پر فوقیت حاصل تھی۔ وہ خصوصیات درج ذیل ہیں:۔

پہلی بات یہ کہ انگریزوں کے خلاف اس وقت جو مخالفتیں جاری تھیں ان میں عموماً وغیرہ موجب ذاتی مفادات تھے۔ ریاست یا زمینداری یا دیگر مراعات سلب ہو جانے یا انگریزوں کے جور و ظلم اور استحصال سے تنگ آکر "بجنگ آمد" کی پالیسی اختیار کی مگر علماء صادق پور کی لڑائی ان سے جلب منفعت یا کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی[2] بلکہ انہوں نے انگریز مخالف رویہ اس لئے اپنایا کہ

---

[1] قوسین میں سنین وفات راقم الحروف نے درج کئے ہیں۔ ع۔ ر۔ خ

[2] جیسا کہ ہندورلا کے نام ایک اہم خط سے ثابت ہوتا ہے دیکھئے علماء ہند کا شاندار ماضی۔

برطانوی حکومت میں مسلمانوں کی دینی، معاشرتی اور اخلاقی اصلاح کرسکنا ممکن نہ تھا۔ وہ حکومت اور دولت حاصل کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ مسلم معاشرہ کی فلاح و بہبود کے خواہاں تھے صلہ وستائش کی تمنا سے وہ بالاتر تھے۔

یہ بے غرض جذبہ اور خدمت خلق کے تئیں خود سپردگی اس تحریک کی سب سے عظیم خصوصیت تھی اور اس جدوجہد آزادی میں صادق پور کے علماء نے بڑی سے بڑی قربانی دینے میں کوئی ہچکچاہٹ اور پس و پیش محسوس نہیں کیا۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس تحریک کا ایک مخصوص نظریۂ حیات تھا۔ یہ لائحہ عمل شاہ ولی اللہ دہلویؒ (متوفی ۱۷۶۲ء) سے شروع ہو کر سید احمد تک نشو ونما پاتا رہا ہے شاہ اسماعیل شہید (۱۸۳۱ء) اور مولانا عبدالحی (م ۱۸۲۸ء مطابق ۱۲۴۳ھ) نے اپنی تصنیف صراط مستقیم میں پیش کیا۔ اس زمانہ کی برٹش مخالف کسی دیگر تحریک میں ایسا طاقتور نظریۂ عمل (Ideology) کار فرما نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ یہ لڑائی کچھ آدرش اور اصولوں کے لئے لڑی گئی تھی نہ کہ ذاتی مفاد کی خاطر۔

تیسرا امر یہ کہ اس تحریک میں عوام الناس کی شرکت و حصہ داری نہایت فعال رہی۔ عوام میں بیداری (Mass Mobilisation) پیدا کرنے اور انہیں اس جدوجہد میں حصہ لینے کے لئے آمادہ کرنے کا کام جتنے بڑے پیمانے پر ہوا وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ عوام میں حرکت و بیداری پیدا کرنے میں علمائے صادق پور کی کارکردگی نمایاں اور ممتاز تھی اپنے مواعظ اور خطبوں سے انہوں نے اپنے اعلیٰ مقاصد کی اشاعت کی، انگریزوں سے لڑائی لڑنے کے لئے ضروری ساز وسامان مہیا کیا اور اپنے معتقدین سے چندہ کی فراہمی کی جس کے لئے منظم طریق کار اپنایا گیا، ہر ایک خاندان کے افراد ہر ہفتہ اپنا تعاون جنس یا نقدی کی صورت میں پیش کرتا تھا۔ محصل اس نقدی یا جنس کو جمع کرتے تھے اور پھر اسے سرحدی مجاہدین کے پاس بھیجا جاتا تھا۔[1] اس لڑائی کے لئے رضاکار بھی بھرتی کئے جاتے تھے، جن کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم

---

[1] ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر اپنی تصنیف "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں لکھتا ہے کہ "... انہوں نے ایک اور ٹیکس بھی مقرر کیا تھا جس سے غریب سے غریب آدمی بھی بچ نہ سکتا تھا۔ انہوں نے حکم دیا کہ ہر خاندان کا مالک کھانا کھاتے وقت اس کے خاندان میں جتنے فرد ہوں اتنے ہی مٹھی بھر چاول علیحدہ کرتا رہے اور ہر جمعہ کے روز گاؤں کے محصل ٹیکس کے حوالے کر دے۔ اس طرح غلہ کے انبار جمع کر لیے جاتے اور ان کو اعلانیہ جہاد کے مصرف کے لئے بیچ دیا جاتا"

کر کے سرحدی علاقوں میں روانہ کردیا جاتا تھا۔ ان تمام کارگذاریوں کا سب سے اہم مرکز علمائے صادق پور کی رہائش گاہ تھی، جسے قافلہ کہا جاتا تھا۔

چوتھی بات یہ کہ اس تحریک کے قائدین نے انگریزوں کی مخالفت کے لئے کچھ ایسے طریق کار استعمال کئے جن پر گاندھی جی نے بھی قومی "آندولن" میں عمل کیا۔ واضح ہو کہ اسی تحریک کے رہنماؤں نے سب سے پہلے انگریزی اسکولوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ (Boycott) کیا تھا۔ جس کا استعمال گاندھی جی نے ۲۲۔۱۹۲۱ء کی عدم تعاون تحریک میں کیا۔ مشہور قومی لیڈر سریندر ناتھ بنرجی نے اپنی ایک تقریر میں اس تحریک کے چندہ جمع کرنے کے طریق کار کو (قومی مومنٹ کے زمانہ میں) اپنانے کا مشورہ دیا تھا[1]۔

پانچویں بات یہ کہ اس کے قائدین و خلفاء نے پہلی بار اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھا کہ ہندوستان میں انگریزوں کی قوت کا سب سے بڑا سہارا ہندوستانی فوج (Native Army) ہے یعنی وہ فوج جسے انگریزوں نے ہندوستانیوں کو بھرتی کر کے تیار کی تھی۔ اگر ان ہندوستانی فوجیوں کو انگریزوں کے خلاف ابھارا جاسکتا تو اس سے انگریزوں کے لئے کافی دقت کھڑی ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے راجگان کو بھی اگر برطانیہ مخالف کارروائیوں میں اپنا معاون کرلیا جاتا تو انگریزوں کی حالت بہت خراب ہو جاتی۔ اس لئے ان قائدین نے حیدر آباد، گوالیار اور ٹونک[2] جیسی ریاستوں کے حکمرانوں کو اپنے مشن میں شامل کرنے کی کوششیں کیں۔ صادق پور کے مولانا ولایت علیؒ نے آخری مغل تاجدار ہند بہادر شاہ ظفر سے بھی ملاقات کی تھی، کئی فوجی چھاؤنیوں میں اس تحریک کے مبلغ سرگرم کار تھے، جو ہندوستانی فوجیوں کو انگریزوں کے خلاف

---

[1] بقول شاعر: بلبل کو ہوش گل تھا، نہ قمری کو عشق سرد — یہ سارے گل کھلائے ہوئے باغباں کے ہیں

[2] گوالیار کا راجہ دولت راؤ سندھیا حضرت سید صاحب کا ارادت مند تھا۔ سید صاحب جب گوالیار پہنچے تو بیوہ مہارانی کا بھائی راجہ ہندو راؤ زمام حکومت سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ ایک مدت سے سید صاحب کا معتقد تھا۔ چنانچہ ہندو راؤ سندھیا نے حضرت سید احمد کا پرجوش و پرخلوص خیر مقدم کیا اور سید صاحب کو فتح علی خاں کے باغ میں ٹھہرایا۔ کئی روز پر تکلف ضیافتیں کیں۔ سید صاحب اور بعض بلند پایہ ساتھیوں کے ہاتھ راجہ ہندو راؤ خود دھلواتا تھا۔ یہاں سے سید صاحب نے قرولی (راجستھان) کے رئیس جلال الدین صاحب کے اصرار پر ایک رات قیام فرمایا اور پھر "خوشحال گڈھ" (موجودہ گنگاپور سٹی) ہوتے ہوئے ٹونک تشریف لے گئے۔ برائے تفصیلات ملاحظہ ہو: "علماء ہند کا شاندار ماضی، ج ۲ ص ۱۸۲ تا ۱۹۰ مصنفہ مولانا سید محمد میاں صاحب"۔

ابھارتے تھے۔ پنجاب کے بعض علاقوں میں ان مساعی کے واضح نتائج بھی بر آمد ہوئے۔ (سبھاش چندر بوس نے آزاد ہند فوج بھی اس طرح بنائی تھی۔ رؤف) اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کار گذاریوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی راہ ہموار کرنے میں بڑی مدد پہنچائی تھی[1]۔ یہ امر بھی ناقابل فراموش ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کئی مقامات پر اسی تحریک کے مجاہدین نے قیادت بھی کی تھی۔ دلی میں جنرل بخت خاں[2] کی قیادت اس کی شاندار مثال ہے۔

آخری بات یہ کہ یہ تحریک ہندوستان کے وسیع علاقے پر ایک طویل مدت تک محیط رہی اور تقریباً نصف صدی (۱۸۲۹ء سے ۱۸۸۰ء تک) ہندوستان گیر پیمانہ پر جاری رہی۔ اور سرحد سے بنگال تک نیز پنجاب سے مدراس تک اس کے اثرات مرتب رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل اتنے وسیع ترین علاقے میں پھیلی کسی اور تحریک آزادی کی مثال ہندوستان میں ہمیں نہیں ملتی۔ (لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ واقع ہوئی اور ختم بھی ہو گئی اور نہ یہ کوئی اثرات ہی چھوڑ سکی) یہ بھی واضح رہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی مدت بھی بہت قلیل تھی۔

وطن عزیز ہندوستان کو برطانوی قبضہ سے آزاد کرانے اور استخلاص کی اس عظیم اور بے مثال جدوجہد کا سب سے اہم مرکز پٹنہ کا "قافلہ یعنی علمائے صادقپور کی رہائش گاہ تھی۔ اس کے محل وقوع وغیرہ کے بارے میں انگریز مورخ اور انڈین سول سروس کا افسر سر ولیم ولسن ہنٹر اپنی تصنیف "The Indian Musalmans" (ہمارے ہندوستانی مسلمان) جو اس تحریک پر پہلی مستند تصنیف ہے میں لکھتا ہے:

"پٹنہ کے قدیم شہر کے مسلم محلہ میں ایک گلی ہے جسے صادق پور گلی کہتے ہیں، جہاں مسافروں کی کافی چہل پہل رہتی ہے۔ اس گلی کے بائیں جانب مسلم طرز تعمیر کی کئی عمارات ہیں جن کے سامنے وسیع بر آمدے ہیں، ان کا سلسلہ گلی میں پیچھے کی جانب بھی کافی دور تک چلا گیا ہے۔ اپنی ظاہری صورت میں ان کا منظر ویسا ہی حسرت ناک اور ویرانی کا ہے جو ہندوستان کی ہر اینٹ چونے کی عمارت کا برسات کے مہینوں کے بعد ہو جاتا ہے۔ یہ مشرق کے متعلق ہمارے

---

[1] دعائیں دیں مرے بعد آنے والے میری وحشت کو — بہت کانٹے نکل آئے مرے ہمراہ منزل سے

[2] جنرل بخت خاں کے تحقیقی حالات کے لئے دیکھئے علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ۴ ص ۳۵۵ تا ۳۶۱۔

عظیم الشان تصور کا کیسا حقیر جواب ہے۔ اس تمام عمارت میں سب سے اہم ایک معمولی سی مسجد ہے جس کا اندرونی حصہ بہت سادہ ہے اس میں روزانہ (پانچ وقت) نماز با جماعت ادا کی جاتی ہے اور جمعہ کے دن خطبہ و تقریر بھی ہوتی ہے۔ صادقپور کی مسجد کے خطبے (شہر کی) دوسری مساجد کے خطبوں سے جداگانہ نوعیت کے ہوتے ہیں، صادقپور کی مسجد کے خطبے اور وعظ بڑے ولولہ انگیز ہوتے ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ ایمان و عقیدہ کے بغیر ہر فعل بے سود ہے۔ سامعین کو آگاہ کیا جاتا کہ اعمال صالحہ و ثابتہ کے بغیر کیا روحانی خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ سامعین کو روحانی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ یہ حضرات ان لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کے عہد کی سادہ عبادات کے مقابلے میں مختلف تکلیف دہ مراسم (بدعات) اور لا تعداد نقالیوں اور بہروپیہ پن کے ساتھ مساجد میں رکوع و سجود کرتے نیز جو محض من گھڑت سنی سنائی باتوں پر عمل کرتے اور (قرآن و حدیث میں) منقولہ احکام کی خلاف ورزی۔ شہر کی دیگر مساجد کے مولوی محلہ صادقپور کے واعظین کے تبحر علم اور فصاحت و بلاغت کی تعریف کرنے پر تو مجبور تھے مگر اس بنا پر معترض تھے کہ وہ متبرک روایات کے منکر، سخت موحد اور تفرقہ انداز واقع ہوئے ہیں۔ اس اصلاحی فلسفہ کا مطالعہ کرنے والے طلبہ کا ایک مدرسہ ہے اور کئی مزار ہیں جن میں "وہابی" مصلحین کی ہڈیاں مدفون ہیں۔"

اس قافلہ میں انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے مجاہدین جمع ہوتے تھے۔ وہاں جو رضاکار آتے ان میں ہونہار نوجوانوں کو اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی تاکہ وہ دین کے داعی بن سکیں اور دیگر رضاکاروں کو دین کی ضروری اور بنیادی تعلیم دے کر سرحدی علاقے میں جہاد کے لئے بھیجدیا جاتا تھا۔ یہ سارا کام ایک رہنما کی نگرانی میں انجام پاتا تھا جسے "خلیفہ" کہتے تھے۔ اس کی مدد کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی ہوتی تھی۔ ان خلفاء میں سید محمد حسین، ولایت علی (م ۱۸۵۲ء) فرحت حسین (م ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء) یحییٰ علی (م ۱۸۶۸ء) احمد اللہ (م ۱۸۸۱ء) مبارک علی، محمد حسن اور عبدالرحیم (م ۱۹۲۳ء) کے نام قابل ذکر ہیں۔

جب انگریز حکومت نے سرحدی علاقے میں حالات پر قابو پالیا تو اس تحریک کو کچل دینے کی کارروائی بڑے پیمانے پر شروع کر دی۔ ۱۸۶۵ء میں پٹنہ میں "وہابی" رہنماؤں پر مقدمہ چلایا

گیا۔ مولوی احمد اللہ کو عمر قید کی سزا دے کر کالا پانی (جزائر انڈمان) بھیج دیا گیا، جہاں وہ ۱۸۸۱ء میں وفات پاگئے اور "وائی پر" جزیرہ میں "ڈنڈاس" پوائنٹ (Dundas Piont on the Viper Island) میں دفن کردئے گئے۔ پٹنہ میں "وہابی"[1] قائدین کی ساری جائداد ضبط کرلی گئی۔ انگریز سرکار نے اسے فروخت کر کے ایک لاکھ اکیس ہزار نو سو چوراسی روپے چار آنے اور ایک پائی کی رقم حاصل کی۔ اور اس مقام پر جہاں علمائے صادق پور کے مکانات تھے ۱۸۶۹ء میں پٹنہ بلدیہ (میونسپل کارپوریشن) کی عمارت تعمیر کرادی گئی اور اس کے آس پاس ایک بازار بنادیا گیا جس کی دکانوں سے تیس ہزار روپے سالانہ کا اندازہ تھا۔ پٹنہ سٹی ریلوے اسٹیشن سے پٹنہ گھاٹ اسٹیشن تک ایک سڑک بنائی گئی جس کی تعمیر پر تیس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ یہ تمام روپیہ علمائے صادق پور کی ضبط شدہ جائداد (کی قیمت) سے لیا گیا۔ اس کے علاوہ تیس ہزار روپے پٹنہ کالج کی عمارت کو وسیع کرنے اور مرمت کرانے پر صرف کئے گئے۔ پٹنہ کالج کی قدیم اور اصل عمارت کا لکڑی کا زینہ بھی بنوایا گیا۔

سرکاری مظالم کی حد یہ ہوئی کہ صادق پوری علما کے اسلاف کی قبروں کو بھی مسمار کردیا گیا۔ کئی سال بعد جب مولوی عبدالرحیم جزائر انڈمان سے رہا (۱۸۸۳ء میں) ہو کر واپس پٹنہ آئے اور اس جگہ کو دیکھا تو ان کے رنج والم کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب اپنی تصنیف "تذکرۂ صادقہ" میں لکھتے ہیں:

"اپنے مُردوں کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر صدمہ کے احساس کو الفاظ میں ظاہر کرنا دشوار

---

[1] اس مضمون میں دو تین جگہ لفظ "وہابی" کا استعمال ہوا ہے جو عرف عام میں، مگر غلط طور پر حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد پر منطبق کردیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا بطور تضحیک پہلی مرتبہ استعمال فضل رسول بدایونی نے کیا تھا اور ولیم ولسن ہنٹر نے اپنی مشہور تصنیف "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں اس لفظ کا بار بار استعمال کیا جو محض سیاسی مصلحت کی بنا پر تھا۔ جبکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ۱۷۹۲ء میں انتقال ہو چکا تھا اور سید صاحب اداگئی حج کے بعد اکتوبر ۱۸۲۳ء کو واپس ہندوستان تشریف لائے اور جولائی ۱۸۲۲ء حج ادا کرنے گئے تھے۔ البتہ دونوں تحریکوں میں کچھ مماثلت پائی جاتی ہے۔ مگر آخر الذکر تحریک اول الذکر تحریک کے برعلا [illegible] تھی۔ اس تحریک آمیز [illegible] کے لئے ڈاکٹر قیام الدین احمد مرحوم کی مشہور [illegible] تصنیف The Wahabi Movement in India کا پیش لفظ، مولانا مسعود عالم ندوی کی کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" اور مولانا سید محمد میاں کی مشہور تصنیف علماء ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ملاحظہ فرمائی جائیں۔

ہے۔ آج تک اسے یاد کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ہمارے اسلاف کی قبریں کیوں کھود ڈالی گئیں اور ہماری "عادل" حکومت نے اس طرح کی حرکت کیوں کی؟

لیکن اس سے بھی زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ آج استخلاص وطن (آزادی ملک) کو پچاس سال گزر گئے لیکن اس جگہ پر جو کبھی انگریزوں کے خلاف آزادی کی لڑائی کا عظیم مرکز تھا، کوئی یادگار، کوئی نشان تک وطن پر مٹنے والی ان عظیم ہستیوں کی نہیں ہے۔ افسوس کہ ہم سب نے انہیں فراموش کر دیا۔

اردو اخبارات ورسائل کے مدیران سے

اہم گزارش

آل انڈیا اردو ایڈیٹرز کانفرنس (رجسٹرڈ) کا ۲۸واں خصوصی اجلاس مورخہ ۲۹/۳۰ جولائی ۱۹۹۹ء کو پارلیمنٹ ہاؤس انیکسی، نئی دہلی میں منعقد ہو رہا ہے۔ جس کا افتتاح عالی جناب عزت مآب کے۔ آر۔ نارائنن صدر جمہوریہ ہند فرمائیں گے۔ اس موقع پر اپنی نوعیت کی اولین کوشش اردو اخبارات ورسائل کی ڈائرکٹری کا اجراء بھی عمل میں آئے گا۔ اس لئے آپ حضرات سے درخواست ہے کہ

(۱) ڈائرکٹری تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اگر آپ نے اس میں شامل ہونے کے لئے اپنا پروفارما بھر کر ابھی تک ارسال نہیں کیا ہے تو ازراہ کرم پندرہ دن کے اندر بھر کر بھجوانے کی زحمت فرمائیں یہ اندراج فری ہے۔ اگر فارم گم ہو گیا ہو تو دوبارہ منگوانے کے لئے ہمیں تحریر فرمائیں۔

(۲) آل انڈیا اردو ایڈیٹرز کانفرنس (رجسٹرڈ) اردو اخبارات ورسائل کی سب سے پرانی واحد تنظیم ہے جو اردو اخبارات اور رسائل کے مسائل کو حل کرنے میں سرگرم عمل ہے۔ اگر آپ اس کے ممبر نہیں ہیں تو ازراہ کرم داخلہ فارم منگوا کر اور اسے پر کر کے ایک سو پچاس روپے سالانہ ممبر شپ فیس کیساتھ ارسال کر دیجئے تاکہ آپ اس تاریخی اور اہم کانفرنس میں شرکت کر سکیں۔

(۳) جن ممبران نے ۱۹۹۸ء کی ممبر شپ فیس ارسال نہیں کی ہے ان سے فوری توجہ کی درخواست ہے۔

(۴) رجسٹرار آف نیوز پیپرز کو سرکولیشن کا سالانہ گوشوارہ اگر آپ نے ابھی تک ارسال نہیں کیا ہے تو ریٹرن فارم کیلئے ہمیں تحریر فرمائیں۔ ہم یہ فارم مفت ارسال کر دیں گے۔

اس کے علاوہ آپ کو کسی بھی قسم کی دشواری پیش آرہی ہو تو ہم سے رابطہ قائم کریں

آل انڈیا اردو ایڈیٹرز کانفرنس رجسٹرڈ

1734۔ دکنی رائے اسٹریٹ دریا گنج نئی دہلی۔ 110002

فون / فیکس 3260078